جیسے [illegible] خشک ریت میں پانی یہاں تک کہ سارا جسم اس کیفیت محبتی سے پُر ہو گیا اور ایک نغمہ طاری ہو گیا جس کا اثر ظاہری طور پر بھی پورے جسم میں محسوس ہوا۔ اس وقت ایک صورت عنصری حضرت اقدس سے جدا ہو کر میرے جسم میں حلول کر آئی ایسا کہ سر سر میں اور ہاتھ ہاتھ میں اسی طرح بقیہ اور تمام اعضا بھی ہوئے۔ اس کیفیت کے افاضہ نے ایک نئی تازگی بخشی اور اس حسرت و افسوس اور ظاہری جدائی نے جو حضرت کی دوری کے احساس سے دل کو محسوس رہی تھی تسکین پائی۔ اس صورت کا حلول اب بھی باقی ہے اور نظر سے پوشیدہ نہیں ہے[۱]

شیخ محمد عاشق پھلتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ایشاں ارقام فرمودند کہ روزے از انفاس العارفین احوال شیخ الہداد قدس سرہٗ جائے کہ غلبہ کیفیت بیخودی ایشاں مرقوم است می خواندم فرزندم عطاء اللہ بمطالعہ در آمد بخاطر رسید کہ ایں کیفیت بیخودی فی الحال یافتہ نمی شود وقت شب حضرت اقدس مدظلہم العالی را بخواب دیدم کہ تشریف آوردہ اند و می فرمایند کہ برائے دیدن تو آمدہ ام و کیفیت بیخودی جوش زدہ چنانچہ ایں فقیر نیز مست و متأثر شدہ و کیفیت بیخودی مستولی گردید چوں از خواب بیدار شدم خود را متأثر یافتم و بفضل اللہ وسواسے کہ عارض شدہ بود مرتفع گشت والحمد للہ علیٰ ذالک۔[۲]

انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایک روز میں انفاس العارفین میں شیخ الہداد قدس سرہٗ کے حالات پڑھ رہا تھا جس میں ان کی بیخودی کی کیفیت مرقوم ہے اتنے میں میرے لڑکے عطاء اللہ آگئے اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ اب یہ بیخودی کی کیفیت کسی میں نہیں پائی جاتی۔ شب میں حضرت اقدس کو دیکھا کہ تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میں تمھارے ہی دیکھنے کے لیے آیا ہوں۔ آپ میں ایک بیخودی اور مدہوشی کی کیفیت جوش زن ... ہے ایسا کہ فقیر بھی اس سے متاثر ہوا اور اس پر بھی بیخودی غالب ہو گئی۔ جب نیند سے بیدار ہوا تب بھی اس بیخودی کا اثر باقی تھا اور اللہ کے کرم سے جو وسوسہ پیدا ہوا تھا وہ بھی

رفع ہوگیا۔ والحمد للہ علی ذلک

شاہ نور اللہ قدس سرہٗ کا ایک دوسرا قول صاحب القول الجلی نقل فرماتے ہیں:

روزے حضرت ایشاں مسئلہ از مسائل خیر کثیر بیان می فرمودند در سینہ ما ازاں اختلاجے راہ یافت و قلب ما بداں ایمان نیاورد چوں مجلس منقضی شد برخاستم کہ خواب کنم بطرف بالیں مائل شدم سر ما براں ہنوز قرار نہ گرفتہ بود کہ غفلتے آمد و مرا خواب درربود دراں حال دیدم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہ ایستادہ اند ... و بداں اشارت کردہ میفرمایند کہ أنا أقولُ وقولِی الحق ہماں ساعت آگاہ شدم و تامل کردم خلش از دل دور شدہ بود[1]

ایک روز حضرت اقدس خیر کثیر کا کوئی مسئلہ بیان فرمارہے تھے میرے دل میں ایک الجھن پیدا ہوئی اور قلب اس پر مطمئن نہ ہوا (اسے تسلیم کرنے پر تیار نہ ہوا) جب محفل برخاست ہوئی تو میں سونے کے ارادہ سے لیٹا۔ پورے طور پر تکیہ پر سر گیا بھی نہ تھا کہ غفلت طاری ہوگئی اسی حال میں میں نے دیکھا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور خیر کثیر کی طرف اشارہ کرکے فرمارہے ہیں کہ میں بھی یہی کہتا ہوں میرا قول حق ہے اسی وقت میں جاگ پڑا۔ غور کیا تو وہ خلش دل سے زائل ہوچکی تھی۔

یہ تھا شاہ صاحب کے احوال و افادات کا ایک مختصر سا خاکہ۔ آپ کی وفات ۱۱۸۷ھ میں ہوئی جیسا کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے ایک مکتوب سے جو انھوں نے شاہ ابو سعید رائے بریلویؒ کے نام تحریر فرمایا مترشح ہوتا ہے۔ صاحب نزہۃ الخواطر نے بھی اسی بنیاد پر تحریر کیا ہے مات في سنة سبع وثمانين ومائة والف[2] ۱۱۸۷ھ میں وفات پائی۔

---

(۱) ص: ۲۳

(۲) نزہۃ الخواطر ج ۶ : ۳۹۴۔

جدید عربی ادب میں مقالہ نگاری کا ارتقاء

از جناب عبدالحق صاحب اسسٹنٹ پروفیسر عربی جواہر لال نہرو یونیورسٹی ۔

جدید عربی ادب میں مقالہ نگاری کے ارتقاء پر کلام کرنے سے قبل قدیم عربی ادب میں مقالہ کی حیثیت پر گفتگو کر لینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے ۔

قدیم عربی ادب مقالہ سے خالی نہیں ہے کیونکہ اسماء و اشکال الوان اور صیغوں و شرطوں کے ادل بدل سے مفاہیم اور معانی بدلتے نہیں ہیں ۔ اٹھارھویں صدی عیسوی کے عظیم مقالہ نگار " جونسن " نے مقالہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے : بے شک مقالہ عقلی کاوش کا نتیجہ ہے، اس کو کسی بھی ضابطہ و قاعدہ سے مقید کرنا مناسب نہیں ہے ۔ کیونکہ مقالہ کسی بھی نسق و نظام کے ساتھ رواں دواں نہیں ہو سکتا ہے ۔ " بیکن " کی رائے ہے کہ مقالہ مختصر ملاحظات کا مجموعہ ہے جو بلا اعتناء لکھا جاتا ہے ۔ اور عظیم مصری ادیب ڈاکٹر ذکی نجیب محمود " مقالہ کی وسعت پر گفتگو کرتے ہوئے کہتا ہے کہ مقالہ کو کسی رائٹر کے خاص تجربہ کی تعبیر و تحریر پر ہی منحصر کیا نہیں جا سکتا ہے کیونکہ مقالہ ایک مجال ہے جہاں وجود کے ہر شئ پر گفتگو کرنے کی گنجائش ہے ۔

قدیم عربی ادب میں مقالہ کے اشکال

ڈاکٹر محمد عوض محمد اپنی کتاب " محاضرات فی المقالۃ الادبیہ " میں کہتا ہے کہ مقالہ

عربی زبان میں قدیم ہے- ان کی رائے ہے کہ عربی میں خطبات ومقامات اور رسائل وغیرہ مقالہ کی مختلف شکلیں ہیں، لیکن انیس المقدسی اپنی کتاب "الفنون الادبیہ واعلامہا" میں کہتا ہے کہ اگر قدماء عرب رائٹرز اور خطباء کی تحریروں وتقریروں اور جدید مقالوں کا جائزہ لیا جائے تو دونوں کے اسالیب تحریر اور مضامین میں واضح فرق محسوس ہوگا، ان کی رائے میں خطبات اور مقامات کسی حال میں مقالہ کے محال میں شامل نہیں ہو سکتے ہیں۔ لیکن وہ رسائل کو مقالہ کے حدود میں شامل کرنا کسی حد تک جائز قرار دیتا ہے، وہ کہتا ہے کہ قدیم عربی ادب میں نثری اسلوب کی دو قسمیں ہیں: "دیوانی اسلوب" اور "ادبی اسلوب" دیوانی اسلوب میں جو رسائل حکام کی طرف سے اوامر ونواہی کی شکلوں میں صادر ہوتے تھے مقالہ کے زمرہ میں ہرگز شامل نہیں ہو سکتے ہیں، خواہ اُن میں فصاحت اور بلاغت اعلیٰ درجہ ہی کی کیوں نہ ہو۔ ان رسائل کی حیثیت مکاتبات رسمیہ کے سوا کچھ بھی نہیں اور مقالہ سے ان کو کوئی تعلق نہیں ہو سکتا ہے، باقی رہا قدیم ادبی اسلوب میں رسائل تو ان میں اور مقالہ میں وجہ شبہ صرف یہ ہے کہ رائٹر اس اسلوب میں کچھ بھی لکھنے میں آزاد ہے المقدسی مزید کہتا ہے کہ عربی نثر میں قدماء عرب خطباء اور رائٹرز کی تحریروں اور تقریروں سے جانکاری رکھنے والا کوئی بھی شخص قدیم عربی خطبات اور جدید مقالہ کے درمیان بین فرق کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا ہے انیس المقدسی رسالہ "الدرۃ الیتیمۃ" کو مثال کے طور پر پیش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ابن المقفع کا یہ رسالہ اعلیٰ اخلاق، عمدہ سلوک اور بلیغ اقوال پر مشتمل ہے اور یہ چیزیں ایسی ہیں کہ جن کی ضرورت ہر انسان کو ہر زمان ومکان میں ہے اور ہوتی رہے گی۔ لیکن اس کے باوجود یہ رسالہ اور ابن المقفع کے دوسرے رسائل کسی طرح بھی جدید مقالہ کے اصول وضوابط پر قائم نہیں ہیں، انیس المقدسی، الجاحظ اور التوحیدی کے رسائل کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ان دونوں قدیم رائٹرز کے بعض رسائل پر کسی حد تک عصری مقالہ کے قواعد وضوابط منطبق کیے جا سکتے ہیں۔ لیکن ان میں شرح جرح وقدح اور تکرار کی وجہ سے وہ عصری مقالہ کے حدود سے خارج ہو جاتے ہیں انیس المقدسی

[illegible] ہے کہ فلسفی شاعر ابوالعلا المعری کے رسائل (جن کو مستشرق مارگولیوت نے جمع کرکے مطبعہ آکسفورڈ سے شائع کیا ہے اور جو لگ بھگ ۴۲ رسالے ہیں) ممتاز زبان، عمدہ ادب اور اعلیٰ فکر پر مشتمل ہونے کے باوجود عصری مقالہ کے حدود سے باہر ہیں اور مراسلات خانہ میں شامل ہیں۔ رسائل اخوان الصفا کا بھی یہی حال ہے اس موضوع میں ہماری متواضع رائے ہے کہ قدیم عربی ادب میں مقالے کے وجود اور عدم وجود کے سلسلہ میں ہمیں یہ بھولنا نہیں چاہیے کہ قدیم قدیم ہے اور جدید جدید ہے اس لیے قدیم تحریروں کے معاییر جدید ادبی شاہکاروں کے موازین سے مختلف ہونا لازمی ہے، چنانچہ قدیم عربی مقالہ کو جدید تنقیدی معیار سے پرکھنا ہمارے لیے جائز نہیں ہوسکتا ہے، بلکہ ہمیں یہ بھی نہ بھولنا چاہیے کہ مغربی ناقدوں کے بتائے ہوئے مقالہ کے خصائص کا مشرقی مقالہ نگاروں کی تحریروں میں پایا جانا قطعی لازم نہیں آتا ہے کیونکہ ہر عصر اور ہر محل کے احوال و کوائف مختلف ہوتے ہیں اور پھر ہر قوم اور ہر ملک کا خاص مزاج ہوتا ہے اور خاص طریقۂ تحریر، اگر ہم مذکورہ بالا حقیقت کو تسلیم کرلیتے ہیں تو ہمارے لیے آسان ہوجاتا ہے کہ قدیم عربی ادب کے مختلف خطبات و مقامات اور رسائل کے ساتھ ساتھ عصر اموی کے عظیم رائٹر عبدالحمید الکاتب کی شطرنج اور شکار وغیرہ پر تحریریں، عصر عباسی اول کے ہونہار رائٹر عبداللہ بن المقفع کی تحریروں کا ایک بڑا حصہ اور عصر عباسی ثانی کے کثیر التصانیف عظیم ادیب الجاحظ کے ادبی فصول (جن سے کتاب الحیوان، کتاب البخلاء، کتاب البیان والتبیین، کتاب الاضداد اور کتاب المحاسن پر ہیں) یقیناً مطول اور مختصر مقالات کے نام سے موسوم کیے جاسکتے ہیں بلکہ وہ مقالہ کے نام کے مستحق ہیں۔

جدید عربی ادب میں مقالہ کا ماخذ

مقالہ لفظ قول سے مشتق ہے، اس کا ماخذ کتابت نہیں ہے کہ مکتوب یعنی لکھی ہوئی بات کو

مقالہ یعنی کہی ہوئی بات سے موسوم کیے جانے کی وجہ وہ وجہ شبہ ہے جو خبر اور منشور کے درمیان ہے ہم جانتے ہیں کہ خبر اور منشور دونوں کسی حاکم یا افسر کی طرف سے صادر ہوتے تھے اور جو اخبارات اور رسالوں میں چھاپے جاتے تھے، ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ عربی اخبارات اپنے اول عہد میں سرکاری ہوتے تھے اور سرکاری بیانات، اوامر و نواہی اور قوانین کے ساتھ ساتھ حاکم یا افسر کے علاوہ مدیر اخبارات اور رسالوں کی رائیں بھی چھاپی جاتی تھیں اس طرح مقالہ ایک بات تھی جو پہلے کہی جاتی تھی پھر لکھی اور چھاپی جاتی تھی۔

عربی صحافت میں سب سے پہلے مقالہ کا اطلاق کسی مکتوب پر عظیم صحافی احمد فارس الشدیاق نے کیا ہے۔ انھوں نے اپنے اخبار "الجوائب" میں دریائے نیل پر کچھ لکھا تھا اور مقالہ کے لفظ کو استعمال کرتے ہوئے "مقالہ فی اصل النیل" کے عنوان سے چھاپا تھا۔ الشدیاق نے مقالہ کے لیے لفظ "فصل" کو بھی استعمال کیا ہے چنانچہ "کنز الرغائب" کے جزء اول میں (طبع ۱۲۸۸ھ) وہ لکھتا ہے "اما بعد ــــ بہت سے لوگ چاہتے ہیں کہ "الجوائب" میں چھپے ہوئے فصول جمع کر کے کتاب کی شکل میں چھاپ دیے جائیں"

عربی مقالہ کے اقسام:

عربی مقالہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) صحافتی مقالہ (۲) اور ادبی مقالہ، پھر صحافتی مقالہ کی چار قسمیں ہیں:-

۱- **افتتاحی مقالہ:** جو عربی اخبارات میں عام طور پر صفحۂ اول میں چھاپا جاتا ہے لیکن مصری اخبارات مغربی صحافت سے متاثر ہو کر افتتاحی مقالوں کو صفحۂ اول کی بجائے کسی دوسرے صفحہ میں چھاپتے ہیں اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں عالمی اخبارات کے پہلے صفحے عالمی اور ملکی اہم حوادث اور خبروں کے لیے مخصوص ہو گئے ہیں۔

۲- **تفصیلی صحافتی مقالہ:** اس قسم کے مقالے عام طور پر ماہانہ یا ہفتہ وار رسائل

۳۔ تحقیقی صحافتی مقالہ: اس قسم کے مقالوں میں صحافی یا رائٹر کسی بھی اہم واقعہ، حادثہ، نیا انکشاف یا نئی ایجاد اور سیاسی یا سماجی رپورٹ کا تجزیہ یا اس پر تبصرہ و اظہار رائے کا اظہار کرتا ہے۔ ایسا صحافی یا رائٹر عام طور پر وسیع المعلومات، عمیق تفکیر اور قدیم صحافی یا رائٹر ہوتا ہے۔

۴۔ انتقادی صحافتی مقالہ: اس قسم کے مقالوں میں صحافی یا رائٹر کسی ادبی کام، سرکاری رجحان کو اجاگر کرتا ہے مذکورہ بالا صحافتی مقالہ کے اقسام کے علاوہ بھی عربی اخبارات اور رسالوں میں عام طور پر چھپتے ہیں جو عربی صحافت میں "تقاریر" اور "یومیات" کے نام سے موسوم ہیں اور جو مختلف چھوٹے موٹے مسائل پر مشتمل ہوتے ہیں اور عمدہ مزاح نگارش کے حامل بھی ہوتے ہیں۔

ادبی مقالہ: ادبی مقالہ کو لکھنے میں رائٹر تفکیر میں متانت اور تحریر میں دقت سے کام لیتا ہے، ادبی مقالوں کے مضامین تاملی، وصفی، انتقادی، علمی اور فلسفی ہوتے ہیں، ادبی مقالہ کے اصناف حسب ذیل ہیں:

۱۔ شخصی مقالہ: اس صنف کے مقالے میں رائٹر اپنے آراء، افکار اور تجربات کا قلمبند کرتا ہے اور دوسروں تک پہنچاتا ہے۔

۲۔ تاملی مقالہ: اس صنف کے مقالے لکھنے میں رائٹر مختلف اقوام و ملل و نحل کے حکم و امثال اور اقوال ماثورہ سے استفادہ کرتا ہے۔

۳۔ وصفی مقالہ: اس صنف کے مقالوں میں رائٹر کسی شخص یا جماعت کو اپنے آراء و نظریات کے ڈھانچے میں ڈھالتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ کسی اخلاقی مقصد کو ثابت کرے۔

۴۔ انتقادی مقالہ: اس صنف کے مقالوں میں کسی ادبی یا فنی شاہکار کی تعریف یا تنقیص ہوتی ہے۔

۵۔ علمی مقالہ : اس صنف کے مقالوں میں کسی علمی مضمون کا آسان طریقہ سے [illegible]
کیا جاتا ہے۔

۶۔ فلسفی مقالہ : اس صنف کے مقالوں میں اخلاق و دین یا ثقافت وغیرہ کے
موضوعات پر گفتگو کی جاتی ہے۔

۷۔ قصصی مقالہ : اس صنف کے مقالے میں کسی حقیقت یا موضوع کو افسانہ کی
نگارش کے ذریعہ پیش کیا جاتا ہے۔

عربی مقالہ کے مراحل۔

عربی مقالہ کو اپنی موجودہ ارتقائی شکل اختیار کرنے سے قبل اپنی نشوونما کے لیے کئی
سے گذرنا پڑتا ہے جیسا کہ انیس المقدسی کے آراء سے ہمیں معلوم ہوا۔ قدماء عربی نثر
مختلف اصناف (رسالہ، خطبہ اور مقامہ) سے مانوس تو تھے مگر وہ مقالہ نگاری کے
پر مبنی مقالہ کے اشکال سے محروم تھے اور ان کی اس محرومی کا سبب ان میں صحافت کا نہ
تھا، چنانچہ عربوں میں عصری مقالہ کا ظہور عربی زبان میں صحافت کے ظہور سے ہوا ہے
پہلے عرب دنیا میں والیٔ مصر محمد علی کے عہد میں عربی اخبار "الوقائع المصریہ" [illegible]
نکلا تھا۔ "الوقائع المصریہ" سرکاری اخبار تھا اور [illegible] تک کوئی عوامی اخبار کا
تھا۔ [illegible] میں عظیم عرب ادیب اور نامور عرب صحافی احمد فارس الشدیاق حنفی نے
"الجوائب" کے نام سے ایک اخبار نکالا تھا۔ اس اخبار میں الشدیاق کے قلم سے
مقالے فصیح و بلیغ زبان میں شائع ہوتے تھے عربی ادب کے عظیم ادیب و مورخ جرجی
الشدیاق کے بارہ میں لکھتا ہے کہ وہ پہلا عرب ادیب ہے جو صحافت کی زبان میں تحسین
لایا تھا۔ اس کے لیے ایسا اس لیے ممکن ہوا تھا کہ وہ ادیب اور لغت کا ماہر تھا اور اس کے
معلومات کا ذخیرہ تھا۔

الشرق کے مدیر عبداللہ ابوالسعود نامی مصری ادیب نے "وادی النیل" کے نام سے ۱۸۶۶ء میں ایک دوسرا عوامی اخبار نکالا تھا۔ مدیر عظیم ازہری ادیب رافع رفاعہ الطہطاوی نے "روضۃ المدارس" کے نام سے ایک رسالہ نکالا تھا۔ وادی النیل الجوائب اور روضۃ المدارس جیسے اخبارات اور رسالے رفتہ رفتہ نکلتے رہے اور عربی نثر کی نشوونما اور اس کے ارتقا میں اہم رول ادا کرتے رہے۔ ان اخبارات اور رسالوں میں حسب ذیل اخبارات اور رسالے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۔ جمال الدین الافغانی اور الشیخ محمد عبدہ کا "العروۃ الوثقیٰ" جو فرانس سے نکلتا تھا۔

۲۔ رزق حسون کا "مرآۃ الاحوال"

۳۔ خلیل الخوری کا "حدیقۃ الاخبار" جو ۱۸۵۹ء سے نکلنا شروع ہوا تھا۔

۴۔ جورجی زیدان کی زیر ادارت "الاہرام" ۱۸۷۶ء سے نکلنا شروع ہوا تھا۔

۵۔ جورجی زیدان کا ہی جریدہ "الرفاق" ۱۸۸۳ء سے نکلنے لگا تھا۔

۶۔ جورجی زیدان نے ہی "الہلال" کو ۱۸۹۲ء میں نکالا تھا۔

۷۔ ادیب اسحاق اور سلیم النقاش کا "المحروسۃ" ۱۸۸۰ء سے نکلتا تھا۔

۸۔ عثمان جلال اور ابراہیم الدیلمی کا "نزہتہ الافکار" ۱۸۹۹ء سے نکلتا تھا۔

۹۔ ابراہیم الدیلمی کا مجلہ "مصباح الشرق" بھی نکلتا تھا۔

۱۰۔ علی یوسف کا "المؤید" رسالہ کافی دنوں تک آب و تاب سے نکلتا تھا۔

۱۱۔ مصطفیٰ کامل کا "اللوا" سیاسی دنیا میں ہلچل مچا دینے والا رسالہ تھا۔

۱۲۔ احمد لطفی السید کا رسالہ "الجریدۃ" سیاسی اور ادبی مقالوں کا علمبردار تھا۔

۱۳۔ امین الرافعی کا "الاخبار" اب تک زندہ ہے اور سیاسیات پر اہم رول ادا کرتا ہے۔

۱۴۔ محمد حسین ہیکل کا "السیاسۃ" بے حد مشہور تھا۔

۱۵- بطرس البستانی کا ”الجنان“ ادبی مقالے اور کہانیوں کا مجلہ تھا۔

۱۶- الشیخ ابراہیم الیازجی کا ”الجنیب“
۱۷- انہی کا ”البیان“
۱۸- انہی کا ”الضیاء“
(مقالے اور کہانیوں کے رسالے کی حیثیت رکھتے تھے)

۱۹- یعقوب صروف کا ”المختطف“ دنیا بھر میں مشہور تھا۔

۲۰- محمد زکی عبدالقادر کا ”الفصول“ خالص ادبی مقالہ تھا۔

۲۱- احمد امین کا ”الثقافۃ“

۲۲- ان کا ہی ”الکاتب“

۲۳- احمد زکی عبدالقادر کا ”ابولو“

نیز مندرجہ ذیل رسالے:

۲۴- الکاتب المصری

۲۵- الادب

۲۶- الادیب

۲۷- الرسالۃ الجدیدۃ

۲۸- الحوار

۲۹- الکوکب

اور شمالی امریکا میں بسنے والے مہاجرین عرب کے رسالے

۳۰- الہدیٰ۔

۳۱ مرآۃ العرب

۳۲- البیان

۳۳- السائح

[illegible] کو پہچان پہنچانے میں جو رول ادا کیا ہے عرب ادباء اس کو کبھی فراموش [illegible] کر سکیں گے۔

[illegible] پہلا مرحلہ [illegible] میں شروع ہوتا ہے اور [illegible] تک ختم ہوتا ہے اس مرحلہ میں عربی مقالہ کی نشو و نما ہوتی ہے۔ عربی مقالہ کا دوسرا مرحلہ [illegible] میں شروع ہوتا ہے اور [illegible] تک ختم ہوتا ہے اس مرحلہ میں عربی مقالہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے اور عربی مقالہ کا تیسرا مرحلہ ۱۹۱۲ء سے شروع ہوتا ہے۔

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا [illegible] سے [illegible] تک کی مدت میں عربی مقالہ کی نشو و نما احمد فارس الشدیاق، عبداللہ ابا السعود اور رفاعہ الطہطاوی جیسے قلمکار ادباء اور رائٹرز کے ہاتھوں ہوئی ہے اور ۱۸۸۲ء سے [illegible] تک کی مدت میں عربی مقالہ عظیم مقالہ نگار مصطفیٰ المنفلوطی جیسے ادباء اور رائٹرز کے مساعی حمیدہ کی وجہ سے اپنی ترقی کی راہ پر گامزن ہو گیا تھا۔
المنفلوطی کا مقالہ نگاری میں طرز نگارش چند اہم اور واضح خصائص کا حامل ہے ان کا طرز نگارش تکلف اور تعقید سے خالی نظر آتا ہے۔ اُن کے مقالوں کی موضوعیت میں صداقت پائی جاتی ہے ان کے مقالوں کی عبارتوں میں حسن و خوبی کا خاص اہتمام پایا جاتا ہے ان کے مقالوں میں عاطفی رجحان خاص طور پر پایا جاتا ہے۔ ان کے مقالے تعبیری تعقیدات اور لفظی محسنات سے خالی ہیں اور ان کے مقالوں میں طرز نگارش سہولت اور سلاست کا حامل ہے۔
عربی مقالہ کے اس طرز نگارش کی بنیاد عصر عباسی کی ممتاز عربی نثر ہے جو عربوں کو ابن المقفع اور الجاحظ جیسے نامور رائٹرز کی تحریروں سے ملی ہے۔ عصر عباسی کے نثری خصائص ہم کو المنفلوطی کے مقالات میں واضح طور پر ملتے ہیں، ان مقالات کو "المؤید" شائع کرتا تھا اور اب وہ "العبرات" اور "النظرات" کے دو عنوانوں کے تحت کئی جلدوں میں چھپ چکے ہیں اور وہ ادبیات، سماجیات اور اخلاقیات پر مشتمل ہیں۔ کم لوگ ہوں گے جو ان مقالوں میں المنفلوطی کے طرز نگارش سے محظوظ نہ ہوں گے۔ مقالہ نگاری میں المنفلوطی کا طرز نگارش